باسمہ تعالیٰ شانہٗ

از افادات

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

صدر جمعیۃ علماء ہند و صدر کل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ

حسب فرمائش

ناظم جمعیۃ علماء ہند

مطبع دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں طبع ہوا

ملنے کا پتہ:- دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی

قیمت -۲/

کتبہ امتیاز احمد دیوبندی

2 رسول مسیح اور لیگ

ازافادات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین صاحب مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند و صدر کل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ اما بعد۔ اس زمانہ پرآشوب و پُر فتن میں عالم اسلام اور مذہب اسلام پر جو عظیم الشان مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے ہیں ان کی تفصیل بیان کرنا نہ ان اوراق میں ممکن ہے اور نہ وقت مساعد ہے۔ مگر ایک انتہائی اور غیر معمولی مصیبت کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنا ضروری سمجھ کر آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ امر الیکشن کے ہی ضروریات اور وقتی امور میں سے نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کیلئے اس پر توجہ کرنا اور تحفظ کے طریقوں پر کاربند ہونا ازبس لازم ہے۔

اسلام کسی قبیلہ اور برادری کا نام نہیں ہے۔ نہ اسلام کسی قوم اور نسل یا رنگت اور جغرافیائی حدود کا نام ہے۔ وہ ایک مذہب اور آسمانی طریقہ کا نام ہے۔ جس میں سراسر خداوندی احکام اور حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے سامنے سر جھکا دینا اور قلب وقالب سے تابعدار بنجانا معتبر ہے جو شخص ایسا نہیں ہے خواہ وہ بڑے سے بڑے خاندان کا کیوں نہ ہو مسلمان نہیں ہے اور جو شخص ایسا ہے خواہ وہ کسی ملک کا اور گری سے گری نسل کا ہو وہ اسلامی

شرافت اور عزت کا مالک ہے۔

مسلمانوں کا رہبر اور رہنما اسلامی حیثیت سے صرف وہی شخص ہو سکتا ہے، جو کہ اس خلعت فاخرہ کو زیب تن وجان کئے ہوئے ہو۔ ورنہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے بیشمار خطرات کا سامنا ہو گا۔

بدقسمتی سے اس زمانہ میں بہت سے ایسے لوگ اور جماعتیں جنکو مذہب اور دین دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، اپنی چرب زبانی سے رہنما اور محافظ امت مسلمہ بن بیٹھے ہیں اور لوگ انکے دھوکہ میں آکر انہیں کو اپنا نجات دہندہ اور حقیقی رہبر سمجھنے لگے ہیں۔ دنیا دی امور میں تو اگر ایک ہانڈی یا مٹی کا برتن بھی خرید تے ہیں تو اس کو خوب ٹھونکتے اور بجاتے ہیں، مگر آج نمائندگی اور ترجمانی اور رہنمائی کیلئے نہ ایسے لوگوں کی عملی حالت کو دیکھا جاتا ہے، نہ علمی کیفیت کو ٹٹولا جاتا ہے نہ سیرت پر نظر ڈالی جاتی ہے نہ صورت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ نہ انکی سابقہ زندگی کی تفتیش کی جاتی ہے، نہ انکے عزائم قلبیہ کو عقل کی کسوٹی پر کسا جاتا ہے۔ صرف چرب زبانی اور زور قلم اور انگریزی تعلیم کو معیار رہنمائی قرار دیا جاتا ہے۔ الفاظ کی بھول بھلیاں میں عموماً ہندوستانی مسلمان پھنس کر رہ جاتے ہیں۔ لفظ مسلم لیگ کے سنہرے روپہلے الفاظ سے دھوکہ کھا کر اس کے فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ ان کو خبر نہیں کہ اس جماعت پر قابض ہونیوالے کون لوگ ہیں کن کے قبضہ اقتدار میں یہ جماعت ہے۔ ان کی سابقہ کارروائیاں کیا ہیں اور ان کی موجودہ حالت کیا ہے یہی چیزیں ہیں جن سے انکی حقیقت پہچانی جا سکتی ہے اور یہ جانا جا سکتا ہے کہ آیا یہ لوگ رہبر ہیں یا رہزن، یہ تریاق ہیں یا بس کی گانٹھ، یہ چرواہے ہیں یا بھیڑیے۔

ہم مسلمانوں کی خیر خواہی کیلئے ارادہ کرتے ہیں کہ لیگ اور اسکی چوٹی کے سر برآوردہ

لوگوں کی صحیح صحیح کیفیت مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے ان کو متنبہ کریں کہ یہ جماعت اور اسکے ہائی کمانڈ تمہارے لئے ہرگز قابل اعتماد نہیں ہے نہ وہ تمہارے مذہبی رہنما بننے کے قابل ہیں اور نہ سیاسی۔ ان کی مذہبی اور سیاسی غداریاں کھلی کھلی سامنے رکھ رہے ہیں تاکہ حق اور باطل متمیز ہو جائے۔ پھر اگر کوئی صحیح راہ پر نہ آئے تو وہ جانے اور اس کا کام۔ اسی بنا پر ہم متعدد چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور رسالے پیش کرتے ہیں جن میں نہایت معتبر استدلالات سے کام لیا گیا ہے۔ افواہوں اور غیر معتبر روایات کو کام میں نہیں لایا گیا ہے۔ پہلا نمبر لیگ اور سول میرج ہے جس میں لیگ کی مذہب اسلام اور قرآن سے دشمنی کو صاف طور پر دکھلایا گیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ انصاف اور غور و فکر سے کام لیں۔ ہٹ دھرمی اور تعصب کو اس میں راہ نہ دیں۔ خود بھی گمراہی سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

4

سول میرج

سول میرج (تمدنی شادی)، جسکو قانونی شادی کہنا زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ یہ شرعی شادی نہیں بلکہ لامذہبوں اور بیدینوں کی صرف قانون کے زور سے شادی ہے۔ ہندوستان میں ۱۸۷۲ء سے یہ قانون نافذ ہے۔ اس کو اسپیشل میرج ایکٹ بھی کہتے ہیں۔ اسکی غرض اسی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"ہرگاہ کہ یہ مناسب ہے کہ ان لوگوں کے لئے شادی کا طریقہ مقرر کیا جائے جو عیسائی، یہودی، ہندو، مسلمان، پارسی، سکھ، یا جین مذہب کے پیرو نہیں ہیں۔ اور بعض شادیوں کو قانوناً جائز قرار دیا جائے جن کا جواز مشتبہ ہے۔ اسلئے قانون

ذیل بنایا جاتا ہے۔

۱۹۲۳ء میں اس ایکٹ میں ترمیم کی گئی اور ہندو، بودھ، سکھ، جین مذہب کے ماننے والوں کو بعض حالات میں اس قانونی شادی کی اجازت دی گئی مگر عیسائیوں یہودیوں، مسلمانوں اور پارسیوں کو کسی حالت میں اس قانون کے ماتحت شادی کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس ایکٹ میں تحریر ہے کہ شادی سے پہلے فریقین نکاح اور تین گواہ لازماً ان شادیوں کے رجسٹرار کے سامنے ایک اعلان پر دستخط کریں گے جو اس ایکٹ کے ضمیمہ (شیڈول) ۲ کے مطابق ہوگا۔ وہ اعلان مسلمانوں عیسائیوں، پارسیوں، یہودیوں کے متعلق ۱۹۲۳ء کے بعد بھی حسب ذیل ہے:۔

"میں فلاں شخص حسب ذیل اعلان کرتا ہوں۔

(۱) میں اس وقت غیر شادی شدہ ہوں۔

(۲) میں عیسائی، یہودی، ہندو، مسلم، پارسی، بودھ، سکھ یا جین مذہب کا پیرو نہیں ہوں۔

(۳) میں اٹھارہ برس کی عمر حاصل کر چکا ہوں۔

(۴) اگر میں جانتا ہوں کہ اس اعلان کا کوئی حصہ جھوٹ ہے اور اگر یہ بیان دیتے وقت میں یہ جانتا ہوں یا یقین کرتا ہوں کہ یہ جھوٹ ہے یا میں اسے سچ یقین نہ کرتا ہوں تو مجھے قید اور جرمانہ کی سزا ہوسکتی ہے"۔

یہی اعلان عورت کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ البتہ عورت کے لئے بجائے ۱۸ کے ۱۴ سال کی عمر ہونی ضروری ہے۔ ہم نے دفعہ چار اور پانچ کو غیر ضروری ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔

مولانا مظہر علی اظہر ناظم اعلیٰ احرار نے مسٹر جناح کی ۱۹۱۸ء میں ایک پارسی خاتون سر ڈین شاہ پیٹٹ بمبئی پارسی کی لڑکی سے ماتحت قانون سول میرج شادی ہوئی اُن کی سوانح حیات صفحہ ۲۰ سے ثابت کی ہے۔ اسی جگہ سوانح حیات میں یہ بھی مذکور ہے کہ "بیشک یہ شادی اسلامی اصول کے خلاف تھی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد آپ کی بیوی نے اسلام قبول کرلیا۔ اور مذہبی اصول پر کاربند رہیں۔"

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ یہ شادی قانوناً بغیر تمام مذاہب سے تبرّی یعنی تمام مذاہب سے علیحدگی کا اعلان اور اس کے اقرار کے نہیں ہوسکتی تھی۔ لیگی پریس نے اسکے جواب میں بہت کچھ زور لگایا ہے مگر باوجود ہر قسم کی کوششوں کے وہ اس میں ناکام رہا ہے کہ شادی کے وقت میں یا اس سے پہلے خاتون مذکور کا اسلام ثابت کرسکیں۔ اگرچہ مولانا مظہر علی صاحب موصوف اس میں بھی متأمل ہیں کہ خاتون موصوف کے اسلام کو قبول کیا جائے اور فرماتے ہیں کہ "مسٹر جناح کو بری کرنے کے لئے یہ افسانہ تراشا گیا ہے"۔ لیکن اس امر کو تسلیم کرلینے میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ خاتون موصوف کا اسلام حسب ادعاء مصنفین سوانح تسلیم کرلیا جائے مگر کسی شہادت سے اس کا پتہ آج تک نہیں نکالا جاسکا کہ خاتون موصوف نکاح اور شادی کے وقت یا اس سے پہلے مسلمان ہوئی تھیں۔

مولانا مظہر علی موصوف کے اس اعتراض کا بھی کوئی جواب نہیں دیا جاسکا کہ مسٹر جناح نے نکاح کے وقت دیگر مذاہب سے تبرّی اور علیحدگی کا اعلان واقرار کیا ہے جو کہ سول میرج کیلئے ضروری ہے۔

اس پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ تو مسٹر جناح کا ذاتی اور شخصی فعل ہے سیاسی حیثیت

اور مسلمانوں کی رہنمائی سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔ سیاسیات اور قومی قیادت میں اس سے بحث کرنا بے موقع اور غلط ہے۔ ہم کو صرف ان کی رہنمائی اور پالیسی کو دیکھنا چاہئیے اگرچہ یہ جواب قابل نظر اور غور ہے تاہم بہت سے لوگ اسکو صحیح سمجھتے ہیں۔ اسلئے ہم ایک کھلی ہوئی اور واضح چیز پیش کرتے ہیں جس کو کوئی ادنیٰ عقل والا بھی قابل نظر انداز نہیں کہہ سکتا۔ جوکہ سیاست ہی سے تعلق رکھتی ہے۔

۲۶ فروری ۱۹۱۲ء کو وائسرائے کی کونسل میں مسٹر بھوپیندر ناتھ باسو اسپیشل میرج کے قانون مجریہ ۱۸۷۲ء کے متعلق ترمیم کا مسودہ پیش کرتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ اسکو منتخب کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ تاکہ پاس ہو کر ملک میں نافذ ہو۔ اسکی تائید کرتے ہوئے مسٹر جناح حسب ذیل تقریر کرتے ہیں۔

"یقیناً اس کونسل میں ایک ہندو یا مسلمان نمائندہ کی حیثیت اس سبب سے بہت پُر خطر ہے کہ کثیر لوگوں کی رائے اسکے خلاف ہے لیکن میری گذارش یہ ہے کہ ایک نمائندہ جو اپنی قوم کے متعلق کچھ فرائض رکھتا ہے کوئی وجہ نہیں کہ اپنے ذاتی عقیدہ کو بےخوفی کے ساتھ ظاہر کرنے سے احتراز کرے۔ اس سے یہ نتیجہ لازم نہیں نکلتا کہ چونکہ

---

۵ ترمیم کا حاصل یہ تھا کہ ہندو اور مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنےٰ کر دیا جائے یعنی قانوناً جائز قرار دیا جائے کہ بلا اعلان مذکورہ کے ہندو اور مسلمانوں کی شادی غیر ہندو اور غیر مسلمان سے جائز مانی جائے

۵ کیا یہ خیانت اور غداری نہ ہوگی اور کیا ایک نمائندہ اور ترجمان جس کو کسی جماعت نے اپنے دینی اور دنیوی مفاد کی ترجمانی کے لئے بھیجا ہو اپنی ذاتی رائے کو پیش کرتے ہوئے خلاف جماعت یا خلاف اکثریت فرستادگان اپنی ذاتی رائے سے قانون بنوانے کا اور وہ بھی ایسا قانون بنوانے کا جو کہ قرآن کی صریح نص کے خلاف ہو مجاز ہو سکتا ہے؟۔ بالخصوص ایسی صورت میں (بقیہ بر صفحہ ۸)

اکثریت اسکے خلاف ہے۔ اسلئے وہی لوگ صحیح راستہ پر ہیں جن کی اکثریت ہے[۵]۔ اس
کونسل کے کسی نمائندہ کو اگر اس بات کا یقین ہو کہ کوئی قانون ایسا ہے جو اس کے ملک
اور قوم کیلئے مفید ہے تو اسکی تائید کرنی چاہئے .... محترم رکن قانون (مسٹر علی امام)
نے کہا ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، قرآن (شریف) میں صاف احکام ہیں کہ
ایک مسلمان، مسلمان عورت یا کتابیہ کے سوا کسی کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔

میں یہ تسلیم کرلونگا کہ ان کا یہ بیان درست ہے۔ پھر کیا میں محترم رکن سے یہ دریافت
کر سکتا ہوں کہ کیا اس ملک کی قانون سازی کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ اس
کونسل کو قانون اسلامی اسلئے نظر انداز کرنا پڑا یا اس میں ترمیم کرنی پڑی، تاکہ وہ مقتضیات
زمانہ کے مطابق ہو جائے۔ اس کونسل نے بہت سی حیثیتوں سے قانون اسلامی
کو نظر انداز کیا یا اس میں ترمیمات کی ہیں۔ مثلاً اسلامی قانون معاہدہ تسلیم نہیں کیا
جاتا۔ اسلامی قانون فوجداری جس پر انگریزی حکومت قائم ہونے کے بعد بھی
عملدرآمد ہوتا رہا۔ اب کلیتہً منسوخ کردیا گیا ہے۔ قانون شہادت جیساکہ اسلامی
قانون میں تھا اس ملک میں اب کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ اس سب پر بالا یہ کہ ابھی
زمانہ حال کا ایک قانون ہے یعنی سیکس موسائٹی ایکٹ ۲۱ ۱۸۵۰ء یا ذات

(حاشیہ) اگر انتخاب جداگانہ ہو اور گویا انتخاب کا مطلب ہی یہ ہو کہ مذہبی حیثیت سے مذہبی نقطہ نظر کے
بموجب نمائندگی کریگا۔ افسوس کسقدر شرمناک امر ہے کہ ووٹ لینے کے وقت اسلام اور تحفظ اسلام
کا ڈھول پیٹا جائے اور اسمبلیوں میں پہنچکر احکام اسلام میں تحریف اور تبدیلی کی کوشش کیجائے۔ محمد میاں
منہ ۵ اس سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو کہ لیگ میں داخل ہونے کے لزوم کیلئے یہ دلیل
پیش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت اس میں ہے اور اسی لئے اسکو صحیح راستہ بتاتے ہیں۔

کی رکاوٹ ہٹانے کا قانون[۵]۔

جس کی طرف میں اس کونسل کی توجہ اس بنا پر مبذول کروں گا کہ جیسے قرآن شریف میں کھلے ہوئے احکام موجود ہیں کہ مذہب تبدیل کرنے کی صورت میں تمام حقوق وراثت ساقط ہو جاتے ہیں ویسے ہی محترم رکن نے بتایا ہے کہ غیر مسلم سے شادی کی صورت میں بھی یہ حق ساقط ہو جاتا ہے[۵]۔ مگر اب ایک مسلمان اپنا مذہب تبدیل

---

[۵] یہ جملہ قوانین اس مستبد انگریزی حکومت نے بنائے ہیں جبکہ وہ مطلق العنانی کے ساتھ جو کچھ چاہتی تھی کرتی تھی۔ مگر جبکہ کونسلیں قائم کی گئیں اور مسلمانوں اور ہندوؤں کے نمائندے منتخب شدہ وہاں اسلئے بھیجے جانے لگے کہ اپنے منتخب کرنے والوں کی ترجمانی کرتے نئے ایسی باتیں قوانین میں نہ آنے دیں جو کہ ان کے مذہب اور زندگی کے لئے مضرت رساں ہوں اور ایسی باتیں پاس کریں جو کہ انکی دینی اور دنیاوی بہبودی کا ذریعہ بنیں۔ اس وقت کا حال دوسرا ہو گیا۔ مسٹر جناح کو مسلمانان بمبئی نے نمائندہ بنایا تھا۔ ان کا فرض تھا کہ وہ بھیجنے والوں کی ترجمانی کرتے اور ایسے قوانین کی آڑ نہ پکڑتے جو کہ انگریزوں نے اپنے استبداد سے خلاف مذہب اور خلاف قرآن و اسلام بنائے تھے نیز یہ قوانین خلاف اسلام ہونیکی وجہ سے کسی طرح بھی قابل استدلال نہ تھے۔ بلکہ اگر کونسل میں بھی ایسے قوانین بنائے گئے ہوتے تو ان کو منسوخ کرنے یا ترمیم کرنے کا مطالبہ لازم تھا۔ بالخصوص جبکہ تمام یا اکثر مسلمان اس سے ناراض بھی تھے۔ ایسے وقت میں ایسا قانون بنانا جو کہ خلاف قرآن اور خلاف اسلام تھا اور فقط مسٹر جناح کے مغربیت زدہ ضمیر کی آواز تھی کیا غداری اور خیانت نہیں تھی۔ کیا ایک غلطی دوسری غلطی کی دلیل اور نظیر ہو سکتی ہے۔

[۵] یہ مسٹر جناح کی انتہائی غلطی ہے کہ مذہب بدل کرنیوالے کیلئے محروم الارث ہونا (صفحہ پر

کرسکتا ہے اور پھر بھی اس کا حق وراثت زائل نہیں ہوتا اور قرآن شریف میں جو حکم اس باب میں ہے وہ بالکل منسوخ ہو گیا ہے[۹] اور جہاں تک اس قانون کا تعلق ہے یہی دلیل ہندوؤں پر بھی چسپاں ہو گی بشرطیکہ ایک اچھا اور مضبوط مقدمہ مرتب کیا جائے۔ میں عرض کروں گا کہ یہ نظیریں ہیں جن کی ہم کو پیروی کرنا چاہیے تاکہ مفقود زمانہ اور موجودہ ضروریات کا ہم ساتھ دے سکیں۔ جیسکے لئے بہت سے نظائر خود اسلامی قانون میں موجود ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جہاں تک میں غور کرتا ہوں مسلمانوں اور ہندوؤں کے قوانین میں سے جنکو بھی آپ پیش نظر رکھیں۔ ان کی وجہ سے بہت سی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایک ہندو غیر ہندو سے یا ایک مسلمان غیر کتابیہ سے شادی کرے۔ لیکن کیا قانون سازی کے ذریعہ اس دقت کو دور نہیں کیا جاسکتا۔ کیا اس معاملہ میں مجلس قانون ساز کی دخل دہی کیلئے مواد موجود نہیں ہے جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے یہ بالکل اختیاری قانون ہے جس میں ذرا بھی لزوم نہیں ہے۔ قانون ہرگز یہ نہیں کہتا کہ ہر مسلمان کو کسی غیر مسلمہ کے ساتھ یا ہر ہندو کو کسی غیر ہندو کے ساتھ شادی کرنی ہوگی۔ اسلئے اگر کافی تعداد میں ایسے روشن خیال، تعلیمیافتہ

(م ۹ ے) قرآن شریف کا کھلا حکم بتاتے ہیں بیشک مرتد (مذہب تبدیل کرنیوالا مسلمان) اسلامی احکام میں وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ حکم قرآن شریف کی صریح آیت سے نہیں لیا گیا ہے بلکہ اشارات قرآنیہ اور دوسرے دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ علے ھذا القیاس غیر کتابیہ سے شادی کرنیوالے کو وراثت سے محروم قرار دینا بھی ان کی صاف و صریح غلطی ہے۔ وہ محروم الارث نہیں ہے۔ ہاں اسکی اولاد نکاح صحیح نہ ہونے کی بنا پر محروم الارث ہوگی (قرآن شریف کے حکم کو منسوخ کرنیوالی کوئی قوت نہیں ہے۔)

اور ترقی پذیر ہندوستانی موجود ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان یا پارسی۔ اور وہ ایسا طریقہ شادی اختیار کرنا چاہتے ہیں جو زمانہ حاضرہ کے احساسات سے زیادہ مطابقت رکھتا ہو۔ تو کیوں اس طبقہ کو انصاف سے محروم رکھا جائے۔ جبکہ اس سے ہندوں یا مسلمانوں کو کسی قسم کا کوئی شدید نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں ہے۔

(گورنمنٹ آف انڈیا گزٹ شعبہ قانون سازی ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۲۱)

(سوانحعمری مسٹر جناح) صفحہ ۱۲۳ کے مندرجہ ذیل اقتباس کو ملاحظہ فرمائیے جسکو مولانا ظفر الملک صاحب لکھنوی نے تحریر فرمایا ہے۔

"۱۹۰۹ء میں مسلمانان بمبئی کی جانب سے منتخب ہو کر مسٹر جناح وائسرائے کی کونسل کے ممبر ہوئے۔ جہاں ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کی رائے عامہ کے خلاف انھوں نے قانون شادی کے مسودہ قانون کی پرزور تائید کی اور علیگڈھ پارٹی کے خلاف مسٹر گوکھلے

لے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر جناح کے نزدیک قرآنی احکام میں بے انصافی بھی ہے۔

لے یہ مسٹر جناح کی نفسیات سے ناواقفیت ہے۔ نفسیاتی نقطہ نظر سے ایسے نکاح سے خاوند اور اسکی اولاد کو مذہبی حیثیت سے بہت سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ خوف شدید ہے کہ علاقہ زوجیت کی استواری کہیں خاوند اور اسکے بچوں کو اسلام سے پھیر دے اور تبدیل مذہب کی باعث بنجائے یا کم از کم ان کے اندر اسلامی عقائد اور اعمال میں تبدیلی یا کمزوری پیدا ہوجائے بالخصوص جبکہ مسلمان عورتوں کا نکاح کسی غیر مسلم مرد سے ہو۔ اسوقت میں اسکے ارتداد کا خطرہ بہت زیادہ ہے اور یہ خطرہ تمام دنیاوی خطرات سے بڑھا ہوا ہے مسلمانوں کے نزدیک ایسا نقصان تمام دنیاوی نقصانوں سے بڑھا ہوا ہے اور یہ کوئی خیالی امر نہیں ہے تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں۔ اسی لئے حضرت عمر رض نے ۔۔۔۔۔۔ کتابیہ سے نکاح کو بھی منع فرمایا تھا۔

کی ابتدائی تعلیم کے مسودہ قانون کی بھی تائید کی۔ جس سے مسلمانان بھی ناراض ہوگئے اور ۱۹۱۲ء کے انتخابات میں ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ مسٹر جناح نے تعلیمی مسودہ مذکور پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا :۔

"جب میں شادی کے مسودہ قانون پر اس سے پیشتر تقریر کر رہا تھا تو میں نے اعلانیہ آزادی کے ساتھ اسے تسلیم کیا تھا کہ قوم کی اکثریت اس مسودہ قانون کے خلاف ہے مگر میرے دلی معتقدات اس مسودہ کی موافقت میں تھے اور میں نے اپنا فرض تصور کیا کہ اس تجویز کی تائید کردوں۔" (سوانحعمری مسٹر جناح ص ۲۶)

حضرات یہ دونوں بیان کسی اخبار سے نہیں لئے گئے ہیں بلکہ گورنمنٹی کاغذات اسمبلی اور سوانحعمری سے لئے گئے ہیں۔ جس میں کسی فروگذاشت اور تغیر و تبدیل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر جناح قرآن شریف اور صریح احکام اسلامیہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسمبلیوں اور کونسلوں میں وہ کیسے قوانین پاس کرانا چاہتے ہیں۔ وہ نہ قرآن کو مسلمانوں کے لئے قانون ابدی سمجھتے ہیں اور نہ اس کو ہمیشہ کی مصالح اور مقتضیات کے موافق قرار دیتے ہیں۔ لیگ اور اس کے قائدین ممبر مجالس قانونساز میں مسلمانوں کی ترجمانی اور ان کے مذہب کی کیا اور کیسے تائید کرینگے۔ اس پر غور کرنا چاہئے اور روشنی حاصل کرنی چاہئے۔ کیا مسٹر عنایت اللہ مشرقی کے اس قول کی اس سے پوری تائید نہیں ہوتی جو کہ انہوں نے لاہور کے بھرے مجمع میں بروز عید اسی ۱۹۴۵ء میں بیان کیا تھا کہ "مسٹر جناح نے مجھ سے کہا تھا کہ قرآن تیرہ سو برس کی فرسودہ کتاب ہے اب وہ قابل عمل نہیں۔"

لیگی پریس نے اس کی تکذیب میں بہت کچھ شور وشغب کیا۔ مگر کیا کوئی شخص اس واضح تقریر کی جو کہ مستند اور یقینی ہے تکذیب کرنے کی ہمت رکھتا ہے۔

ہم مسلمانوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا ایسی کیفیت ظاہر ہو جانیکے بعد بھی وہ اپنے لئے جائز اور صحیح سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے شخص کو اپنا قائد اعظم اور سردار بنائیں یا اس کی تائید کریں یا اس کو ووٹ دیں مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور کیا وہ اپنی اور اسلام کی اسی حالت میں اور ایسی جماعت میں ...... آبیاری کر رہے ہیں یا اسلام کی کشتی کو ڈبونے کی تیاری کرتے ہوئے اس کے سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔

ہم اس کا فیصلہ مسلمانوں کی دیانت اور غیرت پر چھوڑتے ہیں۔ ہر شخص اپنے دین و مذہب کا ذمہ دار ہے۔ اور ہم جمعیۃ علماء اسلام کو بھی متنبہ کرتے ہیں کہ وہ جاگیں اور تائید مسلم لیگ میں جو قدم اٹھا رہے ہیں۔ اس پر غائرانہ نظر ڈالیں اور اپنے اور مسلم قوم و مذہب کے لئے نجات کی صورتیں نکالیں والی اللہ المشتکی۔

جمعیۃ العلماء کی شاندار خدمات

سول میرج ایکٹ کی ترمیم کے متعلق اس وقت مسٹر جناح اور بھوپندرا ناتھ باسو کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی اسلئے کہ کونسل کے بقیہ ممبران موافق نہیں ہوئے۔ اور ترمیم گر گئی[1]۔ اس کے بعد کئی مرتبہ اس میں ترمیمیں پیش کی گئیں۔ مگر سوائے

---

[1] یعنی یہ قانون بدستور سابق ان لوگوں کے لئے رہا جو عیسائی یہودی (بقیہ صفحہ ۱۲۲ پر)

۱۹۲۳ء کے کسی وقت میں بھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں ہندوؤں کی مختلف پارٹیوں جین بودھ سکھ وغیرہ کا استثنا کر دیا گیا۔

اسکے بعد ۹ رفروری ۱۹۲۸ء کو مسٹر ہری سنگھ گور نے اسپیشل میرج بل ایوان میں پیش کیا جس کی مختصر روداد بحوالہ انڈین کوارٹرلی رجسٹر (سہ ماہی) ۱۹۲۸ء صفحہ ۲۵ جلد اول ۲۲ مارچ ۱۹۲۸ء اسپیشل میرج ایکٹ (ترمیمی بل) حسب ذیل ہے

اس بل کے سلسلہ میں سر یامین صاحب کی تقریر بھی اس قابل ہے۔ کہ اسکو یاد رکیا جائے۔ بالخصوص آپ کا یہ نکتہ قابل یادداشت ہے کہ آپ نے اس بل کے متعلق فرمایا کہ یہ بل غیر اسلامی نہیں ہے۔

مختصر روداد سر ہری سنگھ گور نے تجویز پیش کی کہ ان کے اسپیشل میرج ایکٹ (ترمیمی) بل کو سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

سر ہری سنگھ نے اپنے اس اقدام کی تاریخ بیان کی اور کہا کہ سر ہنری مین نے ۱۸۶۸ء میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ کونسل ایک ایسا غیر مذہبی قانون شادی کے لئے بنادے جس سے تمام ہندوستانی رعایا مستفید ہو۔ اس وقت سے ملک کے لئے سول میرج کے قانون کی متعدد بار کوشش کیجا چکی ہے اس کے ابتدائی اقدامات نئے جو سنہ ۱۹۲۳ء میں نافذ ہوئے، ہندو، جین، سکھ اور بودھ مذہب والوں کے لئے آپس میں شادی کو جائز کر دیا۔

(صفحہ ۱۳ سے) ہندو مسلمان۔ پارسی سکھ یا جین مذہب کے پیرو نہ ہوں۔

۵ یعنی ان کے لئے حق ہو گیا کہ اپنے مذہب کی پیروی سے انکار اور برأت کے بغیر سول میرج ایکٹ کے مطابق نکاح کر سکتے ہیں۔

ہنری ہین کے بل نے ایوان کے سامنے یہ پیش کیا تھا کہ تمام شادیوں کے بغیر ذات پات، رنگ و نسل کا لحاظ کئے ہوئے جائز قرار دیا جائے۔ آج ہندوستان کو سخت دشواری پیش آ رہی ہے۔ کیونکہ فریقین برٹش سول میرج کے ماتحت صرف ہندوستان کے باہر شادی کر سکتے ہیں۔ اگر یہ بل پاس ہو گیا تو ہندوستان سے فرقہ وارانہ جذبہ ختم ہو جائیگا اور ہندوستان متحد ہو کر ایک قوم ہو جائیگا۔

مسٹر انوار العظیم نے کہا کہ اس بل کے ذریعہ ہمارے اعتقادات کو کچلا جا رہا ہے۔ اسلئے مسلمانوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔

15

مسٹر یامین کی تقریر

مسٹر یامین نے کہا:۔ یہ بل غیر اسلامی نہیں ہے۔ ذات پات کی بندش کو جڑ سے اکھاڑ دینا، اور دو محبت کرنے والوں کے لئے اتحاد کا بلا لحاظ ذات پات کوئی راستہ مہیا کرنا ایک عظیم اخلاقی کارنامہ ہے۔ اور آزادی ہند کا حل۔ اکبر نے جو کہ ایک بہت بڑا قومی شخص تھا۔ اس کی مثال پیش کر دی۔ مگر افسوس ہندوستان نے جو ذات پات سے مغلوب تھا۔ اس کی تقلید نہیں کی ــــ یہ کہتے ہوئے مسٹر یامین نے بل کے مشتہر کرنے کی حمایت کی۔ (گوارٹرلی رجسٹر ۱۹۲۶ء)

ملہ مسٹر یامین کا یہ فتویٰ اس طرزِ عمل کا ایک نمونہ ہے جو حفاظت کلچر اور واحد نمائندگی کے دعویدار اسمبلی میں اختیار کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو جب ملت کے واحد نمائندہ ہیں تو کسی کی کیا مجال کہ دم مارے۔ ملہ معاذ اللہ اسلامی حکم غیر اخلاقی ہے۔ کیا یہی ہیں اسلامی کلچر کے محافظ۔ افسوس افسوس

اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں پھر یہ بل پیش کیا گیا۔ اور خواہش کی گئی کہ جس طرح ۱۹۲۳ء میں سول میرج کے قانون میں ترمیم کر کے ہندوؤں کے مختلف فرقوں بودھ، جینی، سکھ وغیرہ کا استثناء کر دیا گیا ہے۔ مسلمانوں عیسائیوں وغیرہ کا بھی استثناء کر دیا جائے [۵]۔ یا یہ قانون منسوخ ہی کر دیا جائے۔ مگر جمعیۃ علماء ہند نے ایسی کوشش کی کہ جس سے یہ ترمیم پاس نہ ہو سکی۔ اس کو رسالہ (جمعیۃ العلماء کیا ہے ؟) کے صفحہ ۱۲ (ایڈیشن سوم) پر مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

16

"۱۹۳۲ء میں مرکزی اسمبلی میں مسلم اور غیر مسلم شادی بیاہ کے قانون کا مسودہ پیش ہوا۔ اس باطل مسودہ کی مخالفت پر مسلمانوں کی کسی انجمن نے توجہ نہیں کی۔ عین وقت پر جمعیۃ علماء ہند کے ارکان کو جب اطلاع ہوئی تو فوراً اس مسودہ قانون پر اسلامی نقطہ نظر سے تبصرہ کیا گیا اور اس تبصرہ کو اخبار "الجمعیۃ" میں چھاپ کر تمام سرکاری اور غیر سرکاری ممبروں کے پاس خصوصیت سے بھیجا گیا اور بعض مسلم ممبروں کو آمادہ کیا گیا کہ وہ اس مسودہ کی مخالفت کریں۔ مسودہ کی خواندگی کے دن مرکزی اسمبلی میں جمعیۃ العلماء کی طرف سے خصوصیت کے ساتھ نگرانی رکھی گئی۔ چنانچہ الحمد للہ کہ مسودہ بھی واپس لے لیا گیا۔ اور مسلمانان ہند ایک بے پناہ فتنہ سے محفوظ رہے۔

حاشیہ ۵ یعنی ان کے لئے قانونًا جائز قرار دیا جائے کہ وہ اپنے مذہب سے برات کئے بغیر آپس میں نکاح کر سکیں۔

آج تعزیرات ہند میں یہ قانون بجنسہ موجود ہے اور مسلمانوں ہندوں عیسائیوں یہودیوں کے لئے اپنے مذہب کے نہ ماننے اور پابند نہ ہونیکا اقرار کئے بغیر قانوناً ایسی شادی جرم قرار دیجاتی ہے۔ قریبی زمانہ میں مسٹر جناح کی صاحبزادی کی شادی بھی اسی قانون کے ماتحت ایک عیسائی سے ہوئی۔ جس کا واقعہ طشت از بام ہوچکا ہے۔

سیاسی حیثیت سے بھی اس قانون کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً بہت سی ریاستیں اور تعلقے آج انگریزوں کے ہاتھ میں ہوتے عیش پرست نواب اور تعلقہ دار یورپین لیڈیوں پر مائل ہو کر نکاح کرتے اور ان کی اولاد انگریز بنتی اور علاقہ مسلمان اور ہندوں سے نکل کر انگریزی اقتدار میں وراثتاً علانیہ آجاتے۔ جیساکہ تواریخ اس کے بہت سے شواہد پیش کر رہی ہیں۔ جس طرح مذہب اور قرآن کی دشمنی لیگ کے ہائی کمانڈ کے ان اقوات سے زمانہ سابق میں ظاہر ہوتی ہے۔ آج بھی وہی حالت ہے۔ جس کو ہم اگلے پمفلٹ (لیگ اور شریعت بل) میں ظاہر کرینگے۔

قرآن کے احکام

قرآن شریف میں اس کے متعلق غیر مبہم الفاظ میں ممنوع ہونیکے احکام موجود ہیں سورہ بقرہ میں فرمایا گیا ہے۔ ولا تنکحوا المشرکین حتی یومن ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا ولعبد مومن خیر من مشرک ولو اعجبکم اولئک یدعون الی النار واللہ

يدعوا الى الجنة والمغفرة باذنه ويبين اٰياته للناس لعلهم يتذكرون

(ترجمہ) اور مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو۔ ایماندار باندی آزاد مشرکہ عورت سے بہتر ہے۔ اگرچہ تم کو پسند ہو۔ اور کسی مسلمان عورت کا نکاح تم کسی مشرک مرد سے مت کرو۔ جبتک وہ ایمان نہ لائے۔ غلام مؤمن آزاد مشرک سے بہتر ہے۔ اگرچہ تم کو پسند ہو۔ یہ سب (مشرک اور مشرکہ) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لئے آئین بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

سورہ ممتحنہ میں ہے۔

يا ايها الذين امنوا اذا جاءكم المومنات مهاجرات فامتحنوهن الله اعلم بايمانهن فان علمتموهن مومنات فلا ترجعوهن الى الكفار لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن۔ الآية

(اے ایمان والو جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں ہجرت کرتی ہوئی آئیں تو انکا امتحان لو۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان سے بخوبی واقف ہے۔ اگر تم انکو بعد امتحان جانو کہ وہ ایمان والی ہیں تو کافروں کی طرف انکو نہ لوٹاؤ۔ نہ وہ کافر مردوں کے لئے حلال ہیں اور نہ کافر مرد ان کے لئے حلال۔) اسی صورت میں ہے۔

ولا تمسكوا بعصم الكوافر (کافر عورتوں کی عصمت کو اپنے قبضہ میں مت لاؤ)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں نہایت صریح اور کھلے طریقہ پر غیر مسلم عورتوں سے علاوہ کتابیہ کے ہمیشہ کے لئے نکاح کو منع کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح غیر مسلم مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح کو مطلقاً منع کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے پختہ اور اٹل عقیدہ میں قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کا ازل سے ابد تک جاننے والا ہے۔ اس کے احکام قرآنیہ ہمیشہ کیلئے ہیں۔ اس کی تعلیمات منسوخ نہیں ہو سکتیں۔ کسی دوسرے کو مجال نہیں کہ اس کو منسوخ کر سکے۔ نہ کسی زمانہ میں اس کے خلاف کوئی حکم عدل وانصاف ہو سکتا ہے۔ جو کچھ قرآن میں ہے وہی انصاف ہے۔ وہ ہی ہر زمانہ میں مصالح انسانیہ کے موافق ہوگا۔

جاہل اور بے دین لوگ اپنی ناواقفیت اور غلط فہمی اور نفس پرستی کی بنا پر غلط کاریوں میں مبتلا ہو کر خداوندی احکام کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بچنا ضروری ہے نہ یہ کہ ان کی امداد اور اعانت کی جائے۔ اور تقویت پہونچا کر ملت اسلامیہ اور مذہب کو نقصان پہونچایا جائے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مرادما نصیحت بود و گفتیم
حوالت باخدا کردیم و رفتیم

ننگ اسلاف
حسین احمد غفرلہ

مفید رسائل

جو جمعیۃ علماء ہند کے نظریہ کو واضح کرتے ہیں

ملنے کا پتہ

دفتر مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند دہلی

شعبہ نشر و اشاعت جمعیت علماء صوبہ متحدہ۔ مراد آباد